بخود طے ہو گیا کہ یہ دستور کے مطابق ہے۔ اس لیے کہ مرکزی مجلس شوریٰ کو دستور کی تعبیر کا آخری اختیار ہے۔ ہاں، کوئی یہ رائے رکھ سکتا ہے کہ شوریٰ نے غلطی کی ہے۔ اس کو اپنی رائے رکھنے کا بھی حق ہے، اور شوریٰ کے فیصلہ کو بدلوانے کے لیے دستور میں طے کردہ طریقوں کے مطابق کوشش کرنے کا بھی۔

۳- ۱۹۵۶ میں بھی بعض لوگ یہی کہہ رہے تھے کہ ہم ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی فکر و اجتہاد پر قلبی اطمینان اور ان کے پیش کردہ طریقِ کار پر مطمئن ہو کر جماعت میں آئے تھے، اب خود "ابوالاعلیٰ مودودیؒ" نے مودودی کی جماعت کو مودودی کی فکر اور طریقِ کار سے ہٹا دیا ہے۔ جس پر مولانا کو شکایت کرنا پڑی کہ اب "لوگ خود مجھے ہی میرا لٹریچر پڑھا رہے ہیں"۔ آپ کو یقین نہ آئے تو اس زمانہ میں مولانا مودودیؒ سے اختلاف کرنے والوں کی تحریریں اور آج کی تحریریں، کالموں اور خطوط کو پہلو بہ پہلو رکھ کر پڑھ لیں۔ فرصت ہو تو "آئندہ لائحہ عمل" یا کم سے کم ترجمان جنوری ۹۳ میں "افکارِ مودودیؒ" ہی کا مطالعہ کر لیں۔ (خ - م)

صدقہ کے بارے میں چند اشکالات

جنوری کے شمارہ میں حدیث کے تشریحی نوٹ پر چند اشکالات ہیں۔

۱- آپ کے اس جملے سے کہ "اپنی دانست میں غلط جگہ پر صدقہ چلا جائے تو دیتے رہنا" یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ جانتے بوجھتے غلط آدمی کو صدقہ دینا جائز ہے، جبکہ حدیث کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابی تو بغیر جانے رات کو صدقہ دیتے ہیں اور صبح کو معلوم ہوتا ہے کہ آدمی غیر مستحق ہے۔

۲- آپ کہتے ہیں کہ "تحقیق پر تلے رہنا" نہ اللہ کو محبوب ہے اور نہ قبولیت کے لیے شرط۔ حالانکہ اللہؐ اور اس کے رسولؐ نے صدقات کے مصارف کی مدات واضح کی ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ بغیر تحقیق کے صدقات خرچ کیے جائیں۔

۳- آپ نے حدیث سے یہ اخذ کیا ہے کہ صدقہ کسی غلط آدمی کو چلا جائے تو کفِ افسوس نہیں ملنا چاہیے۔ غلط آدمی کو چلا جائے اور غلط آدمی کو دیا جائے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اپنی دانست میں غلط جگہ پر دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔

۴- جس دینی کام کا رخ آپ کے نظریات، خواہشات اور عقیدے کی طرف نہیں ہے، اس پر پیسے خرچ کرنا تو ضائع کرنا ہی ہے۔

آپ تشریحی نوٹ نہ ہی لکھیں تو بہتر ہے۔ البتہ یہ سلسلہ ہے بڑا موثر' اسے جاری رکھیے گا۔

آپ حدیث کے متن اور اپنے سوال پر ہی غور کریں تو آپ کو اپنے اشکالات کا جواب مل سکتا ہے۔

۱۔ صدقہ دینے والا رات کے اندھیرے میں نکلا' اور جو اسے مستحق لگا اس کے ہاتھ پر رکھ کے چلا آیا۔ اس نے کوئی تحقیق نہیں کی۔ اسی لیے غلط جگہ کو چلا گیا۔ جب اسے معلوم ہوا تو اس کو افسوس ہوا۔ اسی لیے اس نے دو دفعہ پھر صدقہ دیا' لیکن دونوں دفعہ پھر غلط جگہ چلا گیا۔ ظاہر ہے کہ وہ تحقیق کرتا تو ایسا نہ ہوتا۔ آپ خود بھی لکھتے ہیں کہ "بغیر جانے رات کو" دے آیا۔ اس پر اشارۂ ربانی ہوا کہ افسوس کی کوئی بات نہیں' غلط آدمی کو چلا گیا تو بھی اجر ملے گا۔ اور جو تمہاری دانست میں غلط مصرف ہے اس میں سے بھی خیر برآمد ہو سکتا ہے۔ آپ نے میری بات سے یہ نتیجہ کیسے نکال لیا کہ جانتے بوجھتے غلط آدمی کو صدقہ دینا جائز ہے۔

۲۔ "تحقیق پر تلے رہنا" اور "تحقیق کرنے" کے فرق کو آپ خود ہی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر مصارف تو صرف زکوٰۃ کے متعین کیے گئے ہیں' نہ کہ سارے صدقات و خیرات کے۔ حق دار کی تلاش بھی ہونا چاہیے' مگر جس کا حق ثابت ہو جائے وہ تو محروم ہے' جب کہ مال میں سائل کا بھی حق ہے۔ آپ اسوۂ نبویؐ پر نگاہ ڈالیں۔ جو آتا اور مانگتا' آپؐ اس کو عطا کرتے' دونوں ہاتھ سے بھر بھر کے عطا کرتے' جو کچھ ہوتا وہ دے دیتے' اور دامن جھاڑ کر کھڑے ہو جاتے۔ یہی معیارِ مطلوب ہے' نہ یہ کہ ۱۰۰ روپے کے فروٹ خرید لیں' سائل کے ہاتھ پر ایک روپیہ نہ رکھیں کہ یہ بھیک منگا ہے' غیر مستحق ہے۔

۳۔ میں نے "چلا جائے" ہی لکھا ہے۔ دینے اور چلا جائے میں زمین و آسمان کے فرق کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ پھر اشکال کیوں؟

۴۔ دینی کام کے لیے جس پر اعتماد ہے' فرد ہو یا جماعت' وہ بھی ایسی جگہ خرچ کر سکتا ہے جہاں دینے والے کو اختلاف ہو۔ اس لیے کہ وہ غلط تدبیر ہے' یا اس لیے کہ کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ بات اعتماد کی نہیں' بات مصرف کا اپنی رائے اور مرضی کے مطابق نہ ہونے کی ہے۔

کئی قارئین نے اس سلسلہ کو حاصلِ رسالہ قرار دیا ہے' اور ان تشریحی اشارات کو بے حد مفید۔ آپ کا مشورہ بھی پیشِ نظر رہے گا۔ (خ - م)